محمد عمر فاروق

یاد ہم تم کو شہیدانِ نبی کرتے ہیں

گولیاں برس رہی تھیں، لاشے گر رہے تھے، لیکن لوگ تھے کہ دیوانہ وار آگے بڑھتے، سینے پہ گولی کھاتے اور جان، جانِ آفریں کے سپرد کر دیتے۔ کوئی خوف تھا، نہ ڈر، بلکہ شہادت کی خواہش نے عجیب سی خوشی اور وجد و کیف کا سودا سر میں سما رکھا تھا۔ ایک جذبہ تھا، جوش تھا، بے اختیاری تھی کہ بچے، جوان حتیٰ کہ بوڑھے بھی ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لیے جان ہتھیلی پر لیے پھر رہے تھے اور پھر چشمِ فلک نے دیکھا کہ اپنے ہی خون میں نہا جانے والے ان فدا کاروں اور جاں نثاروں کی تعداد دس ہزار سے بھی تجاوز کرتی چلی گئی۔ ان شہیدانِ وفا نے حکومت و اقتدار، دولت و مفادات یا شہرت و ناموری کی خاطر جان نہیں ہاری تھی اور نہ ہی ان کا مقصد و محور اپنی ذات اور شخصیت کا تحفظ اور دفاع تھا۔ جرمِ بے گناہی کی پاداش میں موت کے گھاٹ اتار دیئے جانے والے یہ فرزندانِ ملّت ہندوؤں، عیسائیوں یا یہودی ستمگروں کے ظلم و جارحیت کا شکار تھے اور نہ وہ ہندوستان، امریکہ روس یا اسرائیل کے مظلوم باشندے تھے۔ بلکہ بے موت مار دیئے جانے والے یہ معصوم فطرت انسان اس پاک خطے کے مکین تھے، جسے دنیا کی موجودہ تاریخ میں پہلی اسلامی و نظریاتی مملکت (پاکستان) ہونے کا شرف حاصل ہوئے ابھی صرف چھ برس ہی ہوئے تھے۔ ظالم، قاتل اور جلاّد کوئی اور نہیں اپنے ہی مسلمان حاکم تھے جو مسلم ریاست میں فرعون اور نمرود بنے ہوئے تھے۔ شیطنت اور سفاکی ان کے ظلم و تجبّر کے آگے سرنگوں تھی اور خود خوفِ خدا بھی تھرا رہا تھا۔

وحشی حاکموں کا تختۂ مشق بننے والے یہ پاکباز و پاک نہاد شہیدانِ اسلام اپنے ''مسلمان'' حکمرانوں سے بس ایک ہی مطالبہ کرتے ہوئے اپنے جسم لہولہان کرا رہے تھے۔ کہ جس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا کلمہ پڑھتے ہوئے یہ وطن حاصل کیا گیا ہے اُسی ملک میں ان کے ناموس اور ان کے منصب کا تحفظ بھی کیا جائے اور یہ مطالبہ برحق بھی تھا اور بروقت بھی۔ کیونکہ پاکستان کے وجود میں آنے سے منکرین ختم نبوت قادیانیوں کا اکھنڈ بھارت منصوبہ چکنا چور ہو چکا تھا۔ اس لئے اب وہ پاکستان کو قادیانی سٹیٹ بنانے کے پلان پر عمل پیرا تھے اور برطانیہ و امریکہ ان کی پشت پناہی کرتے ہوئے پاکستانی وزیر خارجہ سر ظفر اللہ خان قادیانی کے ذریعے ایسے حالات پیدا کر چکے تھے کہ اگر مسلمان رہنما مل کر تحریک تحفظ ختم نبوت (1953ء) کا آغاز نہ کرتے تو ایک طرف قادیانی اقتدار پر شب خون

مارنے میں کامیاب ہو جاتے اور دوسری طرف پاکستان کی اکثریتی آبادی ان کے جال میں پھنس کر مرتد ہو جاتی۔ شہیدانِ ختم نبوت نے اپنے آپ کو جناب ختم المرسلین ﷺ کے ناموس پر قربان کر کے پاکستان اور بالخصوص عالم اسلام کو قادیانی سازشوں کے نرغے سے نکال کر ان کی اصلیت کو آشکارا کر دیا جو یقیناً ملتِ اسلامیہ پر ان کا احسان ہے۔

قیام پاکستان کے فوراً بعد اس نوازئیدہ مملکت کو اپنے وجود کے لیے خطرہ سمجھتے ہوئے قادیانی بین الاقوامی قوتوں کے ایجنٹ کی حیثیت سے متحرک ہو گئے۔ مجلس احرار اسلام کے دوراندیش رہنماؤں نے قادیانیوں کے ان عزائم کا بروقت ادارک کیا۔ یہاں تک کہ وزیراعظم لیاقت علی خان سے دورانِ ملاقات احرار رہنماؤں نے قادیانیوں کی اسرائیل سے خط و کتابت پرمبنی ایک انتہائی حساس نوعیت کی فائل پیش کی۔ بعد ازاں وزیراعظم خواجہ ناظم الدین کو بھی اہم حقائق سے آگاہ کیا گیا، اور استعماری مہرے ظفر اللہ خان کی درپردہ سازشوں کے پیش نظر وزارت خارجہ سے ان کی برطرفی کا مطالبہ کیا گیا۔ لیکن خواجہ ناظم الدین نے کمال بے نیازی سے یہ مطالبہ ماننے سے انکار کر دیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ "اگر ظفر اللہ خان سے وزارت خارجہ کا قلمدان واپس لے لیا گیا تو برطانیہ پاکستان کو گندم کی فراہمی روک دے گا۔" خواجہ ناظم الدین کے اس جواب سے حکمرانوں کی عقیدۂ ختم نبوت کے تحفظ سے عدم دلچسپی، اقتدار سے محبت اور بیرونی قوتوں کی پاکستان کے اندرونی معاملات میں کھلی مداخلت واضح ہو جاتی ہے۔ احرار رہنماؤں نے حکمرانوں کی لاپرواہی، اندرون خانہ قادیانیوں سے ساز باز اور ان کی امداد و حمایت کو دیکھتے ہوئے اور کوئی دوسری راہ نہ پا کر 1953ء میں تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت چلانے کا فیصلہ کیا۔ تاکہ پرامن تحریک کے ذریعے عوامی دباؤ سے قادیانیوں کو لگام دلائی جائے۔ مجلس احرار اسلام کی ترغیب و دعوت پر آل پارٹیز مجلس عمل تحفظ ختم نبوت کا قیام عمل میں آیا۔ جس کے سٹیج سے تمام مکاتب فکر نے تحفظ ختم نبوت کے لیے ملک بھر میں جلسوں اور جلوسوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع کر دیا۔ تحریک پرامن انداز میں جاری تھی کہ یکا یک مجلس عمل کی تمام قیادت گرفتار کر لی گئی اور پھر بعض قادیانی نواز افسران نے تحریک کو حکومت کے خلاف بغاوت کے رنگ میں پیش کر کے حکومت کے کان بھرے تو حکومتی اختیارات اس طور حرکت میں آئے کہ نہتے عوام پر ظلم و درندگی کے پہاڑ توڑ ڈالے گئے۔

6 مارچ 1953ء کو جنرل اعظم خان نے لاہور میں مارشل لاء نافذ کر کے شہر کی گلیوں اور بازاروں کو شمع رسالت کے پروانوں کے خون سے لالہ زار کر کے ہلاکو اور چنگیز کے ظلم کو شرما دیا۔ غلامانِ مصطفی ﷺ اپنے آقا کی عزت و حرمت کی حفاظت کی خاطر جامِ شہادت پی رہے تھے اور ختم نبوت، زندہ باد کے ایمان افروز نعروں سے

لاہور کی سرزمین مسلسل گونج رہی تھی۔ جبکہ اہلِ اختیار اپنے تئیں ان کے جسموں کو بے جان کر کے اس زعم میں تھے کہ وہ اس تحریک کو کرش کر کے دائمی اقتدار کے مزے لوٹیں گے۔ لیکن وقت نے ثابت کیا کہ ممتاز دولتانہ، ناظم الدین، سکندر مرزا اور جنرل اعظم خان دوبارہ اقتدار میں آنے کی حسرت لیے اس دنیا سے ہی سفر کر گئے۔ مگر شہدائے ختم نبوت کا پاک اور پوتر لہو رنگ لایا اور قادیانی نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا کے بیشتر ملکوں میں غیر مسلم کی حیثیت پا کر رہے درحقیقت موجودہ توہینِ رسالت ایکٹ بھی انہیں شہدا کی قربانیوں ہی کا صدقہ ہے۔

جب تحریک تحفظ ختم نبوت ریاستی طاقت کے زور پر مسل دی گئی تو خوف و ہراس کی اس فضاء میں استقامت کا مظاہرہ کرنا ہر ایک کے بس میں کہاں تھا۔ یہاں تک کہ ایک نیم سیاسی اور نیم مذہبی جماعت کے لیڈر نے منیر انکوائری کمیشن کے سامنے اپنے بیان میں تحریک اور شہدائے ختم نبوت سے لاتعلقی کا بیان دے کر اپنی گلوخلاصی کرانا چاہی۔ جس پر حضرت امیر شریعت مولانا سیّد عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ میدانِ عمل میں آئے اور لاہور کے ایک جلسۂ عام میں یہ واشگاف اعلان کر کے اہلِ عزیمت کی لاج رکھ لی۔ آپ نے فرمایا:

’’جو لوگ تحریک ختم نبوت میں جہاں تہاں شہید ہوئے ہیں۔ ان کے خون کا جواب دہ میں ہوں وہ عشق رسالت میں مارے گئے۔ اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ ان میں جذبۂ شہادت میں نے پھونکا تھا جو لوگ ان کے خون سے دامن بچانا چاہتے ہیں اور ہمارے ساتھ رہ کر اب کنی کترا رہے ہیں، میں ان سے کہتا ہوں کہ حشر کے روز بھی اس خون کا ذمہ دار میں ہوں گا اگر ان دانشورانِ بے دین یا دیندارانِ بے عشق کے نزدیک ان کا جان دینا غلطی تھا، تو اس غلطی کا ذمہ دار بھی میں ہوں، وہ عشقِ نبوّت میں اسلامی سلطنتوں کے ہلاکو خان کی بھینٹ چڑھ گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی تو سات ہزار حفاظ صحابہؓ کو ختم نبوت کی خاطر شہید کرایا تھا‘‘۔

ہر سال مارچ کا مہینہ ملک وملت کے ان محسن شہیدوں کی ایمان افزاء اور روح پرور یادیں لے کر آتا ہے۔ جنہوں نے ردائے نبوت کی حفاظت کے لیے اپنی متاعِ حیات لٹا کر ابدی زندگی کے ثمرات پائے۔ شہدائے ختم نبوت آج بھی پیغام دے رہے ہیں کہ جب بھی دینِ پاک کی حرمت پر کوئی بدبخت حملہ زن ہو، تم اپنی جان دے دینا، مگر دین پر حرف نہ آنے دینا حکمرانوں کے لیے شہدائے ختم نبوت کا درسِ حیات یہی ہے کہ طاقت اور جبر سے دینی قوتوں کو (وقتی طور پر) دبا دینے والوں کا مقدر ہمیشہ کا زوال اور آخرت کی رسوائی ہوا کرتا ہے۔ سچ ہے کہ عقلمند ماضی کی غلطیوں سے حال کو محفوظ رکھتے ہیں اور مستقبل کے اوراق میں امر ہو جاتے ہیں۔